OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 4, Issue 2 (April-June 2021)

بین المذاہب مفاہمت کا اسلامی تصور اور اس کا عصری تناظر: مولانا محمد تقی امینی کے فقہی منہج کا خصوصی مطالعہ

Contemporary Concept of Inter Religious Harmony: Analytical Study of *Mawlana Muhammad Taqi Amini's* Thought

Muhammad Shahid
Lecturer Govt. Millat Associate Degree College Multan
Dr. Muhammad Amjad
Associate Professor, Department of Islamic Studies BZU, Multan

Abstract

Mawlana Muhammad Taqi Amini (1926-1991) is considered among the prominent Muslim Jurisprudents of the sub-continent. He has discussed the contemporary problems faced by Islam. The present article on the modern jurisprudential matter is a reflection of his vast study and understanding of facts. The problems which came on the surface in the context of inter-religious harmony and multi-cultural sub-continent require that this serious matter be the subject of discussion and thought. Mawlana Muhammad Taqi Amini has discussed this matter in a fine way which covers all the aspects of this sensitive matter. In the light of his sagacity an ideal society can be formulated in the sub-continent even in the presence of different religions.

Key Words: Amini, thoughts, religions, harmony

تمہید

دنیا کا نظام باہمی بقا اور تعاون کے اصول پر رواں دواں ہے۔ کائنات میں موجود ہر چیز (جاندار و غیرہ جاندار) ایک دوسرے کی مددگار اور تعاون کے جذبے سے لبریز ہے۔ بقائے باہمی اور ضروریات زندگی کی فراہمی کا سارادارومدار اپنے اپنے فرائض کو درست طریقے سے پورا کرنے میں ہے۔ ہر چیز کا اپنے اپنے دائرہ کار میں رہنا اس کائنات میں امن و سکون کا ضامن ہے۔ اختلاف اس کائنات کی سب سے بڑی حقیقت ہے جانداروں میں اختلاف ایک فطری عنصر ہے۔ حتیٰ کہ ایک درخت پر اگنے والے پھل میں رنگ اور ذائقہ کا اختلاف موجود ہے۔ اسی طرح انسان جو اس کائنات کا کل پرزہ ہے وہ بھی اس فطری جذبہ سے

CC BY

مبرا نہیں ہے۔ رنگ و نسل، زبان، تہذیب اور علاقائی اختلافات کے ساتھ ساتھ عادات و سماج غرض زندگی کے ہر گوشہ میں یہ اختلاف موجود ہے۔ مذہب کسی بھی انسان کی زندگی گزارنے کا نصاب ہے۔ بنیادی اور پختہ نظریات کی بنیاد پر اعمال وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ برقی مواصلات نے انسان کو ہر لحاظ سے بہت قریب کر دیا ہے۔ مذہب کے بارے میں انسان کی حساسیت ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ برقی مواصلات کی ترقی کی وجہ سے دنیا کے کسی گوشے میں رونما ہونے والا واقعہ مختصر لمحات میں برقی ذرائع ابلاغ کی شہ سرخی بن جاتا ہے۔ حق و باطل کی جنگ ازل سے جاری ہے اور ابد تک رہے گی۔ عقائد و نظریات کی بنا پر دنیا میں مختلف مذاہب موجود ہیں الہامی اور غیر الہامی کی تقسیم کے علاوہ خود الہامی مذاہب میں اختلاف موجود ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ باہمی اختلاف کو ہوا دینے کی بجائے باہمی اتفاق کی شمع روشن کی جائے تاکہ ہر کوئی اپنے اپنے مذہب کے دائرہ کار کے مطابق زندگی گزار سکے۔ جیو اور جینے دو کے فلسفہ کو سماجی طور پر فروغ دینے کے لئے ہونے والی کوششوں کو "مکالمہ بین المذاہب" یا "مفاہمت بین المذاہب" کے عنوان سے بیان کیا جاتا ہے۔ اس مقالے میں مفاہمت بین المذاہب کے حوالہ سے مولانا محمد تقی امینی کے منہج کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔

مفاہمت بین المذاہب کی حقیقت

تمہید میں یہ وضاحت گزر چکی کہ مذاہب میں اختلاف موجود ہے۔ اس اختلاف کی نوعیت یہ ہے کہ ہر مذہب کے ماننے والوں کا یہ دعویٰ کہ صرف ان کا مذہب درست بقیہ سب غلط ہیں۔ اور دوسری طرف خود مذاہب کی موجودہ شکل کے درمیان "بعد المشرقین" کا اختلاف، کہ ایک کو ماننے کے بعد قطعی طور پر دوسرے کا انکار لازم آئے۔ مولانا امینی کے مطابق سیاسی انداز سے قطع نظر مفاہمت بین المذہب کا کھلا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ مذاہب کے معاملہ میں ہر گروہ اپنا مؤقف چھوڑ کر ایک نیا مؤقف قبول کرنے پر آمادہ ہو جائے دوسرے لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ دو اور دو مل کر چار کی بجائے ساڑھے تین یا ساڑھے چار پر سمجھوتہ کر لیا جائے۔ اس قسم کی مفاہمت چونکہ مذہبی خودکشی کے مترادف ہے۔ اس بنا پر کسی مذہب کا ماننے والا کبھی اس کے لئے تیار نہیں ہوتا۔[1] یہی وجہ ہے کہ اسلام سے قبل مختلف مذاہب، مثلاً بت پرستی، یہودیت، عیسائیت، مجوسیت وغیرہ موجود تھے لیکن ان کے درمیان مفاہمت کی قطعاً گنجائش موجود نہ تھی۔ اپنے مذہب کو چھوڑ کر دوسرے کے مذہب کو اختیار کرنا بالفاظ دیگر اپنے مذہب کو باطل قرار دے کر دوسرے کے مذہب کو حق سمجھنا یہ بات خلاف قیاس ہے۔ "مفاہمت بین المذاہب" کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے اپنے مذہبی دائرہ کار میں زندگی گزاری جائے اپنے مذہب کو چھوڑو نہیں اور دوسرے کے مذہب کو چھیڑو نہیں یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ "جیو اور جینے دو" کا اصول مفاہمت بین المذاہب کی بنیاد بن سکتا ہے۔

مفاہمت بین المذاہب کے حوالے سے مولانا محمد تقی امینی کا منہج

مولانا امینی نے قرآن کی روشنی میں مختلف عنوانات کے تحت آیات کا ذکر فرمایا ہے حدیث اور فقہائے عظام کی عبارات سے مسئلے کی ہر رخ سے وضاحت فرمائی ہے۔ اسی ترتیب سے دلائل کا ذکر کیا جائے گا۔ مولانا امینی کے نزدیک قرآن حکیم سب سے پہلی کتاب ہے جس نے "مفاہمت بین المذاہب" کی بنیاد رکھی اور اس راہ کی مشکلات کو درج ذیل طریقوں سے حل[2]

قرآن سے اثبات

قرآن نے اعلان کیا کہ مذہب کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ[3] ایک اور جگہ ارشاد ہے: كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ[4] (لوگ ایک امت (دین پر) تھے پھر اللہ نے یکے بعد دیگرے نبیوں کو بھیجا جو (نیک عمل کے نتائج کی) بشارت دینے والے اور (بد عملی کے نتائج سے) ڈرانے والے تھے اور ان کے ساتھ اللہ نے سچی کتاب اتاری تاکہ جن باتوں میں لوگ اختلاف

کرنے لگے تھے ان میں وہ فیصلہ کرنے والی ہو)۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے: قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ[5] آپؐ کہہ دیجئے اے اہل کتاب تم ایک ایسی بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور عبادت نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ کو چھوڑ کر ہم آپس میں ایک دوسرے کو "رب" نہ بنائیں)۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے: وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ[6] تم ان کو برا بھلا نہ کہو جن کو وہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے (پوجتے) ہیں ورنہ وہ بے سمجھے بوجھے حد سے تجاوز کر کے اللہ کو برا بھلا کہنے لگیں گے)۔

درج بالا آیات سابقہ شریعتوں کی تصدیق کرتیں اور ان کے بارے میں رواداری کا حکم دیتی ہیں یعنی ہر امت کو ہم ایک شریعت (دستور العمل) دے چکے ہیں آپ ﷺ کو بھی ہم نے ایک شریعت دی ہے۔ دیکھنا صرف یہ ہے کہ اس وقت کونسی شریعت بنیادی تعلیم سے ہم آہنگ اور قابل عمل ہے دراصل اسی میں سب کی آزمائش اور اسی پر کامیابی کا انحصار ہے۔[7] اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سابقہ شریعتیں اور اسلام اصول دین میں متحد ہیں، فروعات میں کسی قدر اختلاف ہے۔ لوگوں کی آزمائش یہ ہے کہ اس شریعت پر عمل کریں جو بنیادی تعلیمات کی حاصل ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا سابقہ شریعتیں بھی اپنی اصل حالت اور تعلیمات کی حد تک درست اور قابل عمل ہیں؟ اس کے جواب میں مولانا امینی فرماتے ہیں: ان آیات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سابقہ شریعتیں اصلی شکل میں موجود ہیں یا اب بھی حسب سابق قابل عمل ہیں۔ بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ (رسول اللہ) راہ راست پر ہیں آپ اپنی شریعت کی اتباع کیجئے اور لوگوں کو بھی اس کی طرف دعوت دیجئے سابقہ شریعتوں میں تبدیلی کا ذکر دوسری آیتوں میں ہے۔[8] احادیث سے اثبات۔ رسول اللہ نے تمام مذاہب کے ماننے والوں کو آپس میں بھائی اور امت قرار دیا ۔ مثلاً: العباد کلھم اخوۃ۔[9] دوسری جگہ ہے: انھم امۃ واحدۃ۔[10] ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں سب انسان خلقی اور مذہب کے بنیادی تصورات کی بنیاد پر ایک ہیں سوائے بت پرستوں اور مجوسیوں کے قرآنی آیات سے عقائد اور شریعت میں شریک ہیں۔ "مفاہمت بین المذاہب" میں بنیادی تصور اتفاقات سے گفتگو کا آغاز ہے۔ قرآن و سنت سے ان اتفاقات کا ثبوت اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام باوجودیکہ فاتح تھا۔ اس نے مفتوح اقوام کے مذاہب اور عقائد میں دخل اندازی کو حرام سمجھا۔ ان کے عبادت خانوں مذہبی پیشواؤں، پرسنل لا، کلچر، مذہبی تبلیغ، غرضیکہ ہر قسم کی مذہبی آزادی کو ناصرف برقرار رکھا بلکہ ریاستی سطح پر ان کی آزادی کی حفاظت بھی فرمائی۔ ذیل کی عبارات سے ان اقدامات کا ثبوت ملتا ہے۔

مذہب سے متعلقہ ہر چیز کی حفاظت

اسلام میں ہر مذہب کے عبادت خانوں، عبادت کے طریقوں اور مذہبی پیشواؤں کی حفاظت کی گئی۔ امام ابو یوسفؒ "کتاب الخراج" میں رقم طراز ہیں: لا یھدم بیعۃ ولا کنیسۃ وعلی ان یضربوا نواقیسھم فی ای ساعۃ شاؤا لیل اونھار الا فی اوقات الصلوۃ وعلی ان یخرجوا الصلبان فی ایام عیدھم[11] یہودیوں اور عیسائیوں کے عبادت خانہ نہ گرائے جائیں گے یہ لوگ رات اور دن میں جب چاہیں ناقوس بجائیں۔ البتہ نماز کے اوقات مستثنیٰ رہیں گے۔ یہ لوگ اپنی عید کے دن صلیب نکالیں۔ عبادت خانوں کے ساتھ ساتھ ان کے مذہبی پیشواؤں کی مذہبی حیثیت اور ذمہ داری کو اسلامی ریاست نے ناصرف برقرار رکھا بلکہ ہر قسم کی سختی اور تنگی سے بھی پرہیز کیا)۔ امام ابو یوسف مزید فرماتے ہیں: لا یغ[12] یر اسقف من اسقیفہ ولا راھب من رھبانیۃ ولا کاھن کھانۃ ولا یخسرون ولا یعسرون کسی پادری کو اس کے موقف سے کسی راہب کو اس کی رہبانیت سے کسی کاہن کو اس کی کہانت سے نہ ہٹایا جائے اور نہ کسی پر کسی قسم کی سختی یا تنگی کی جائے۔) اگر اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی عبادت گاہیں منہدم ہو جائیں تو اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ ان کو "از سر نو" تعمیر کروائے ۔ اس حوالہ سے مولانا امینی

فرماتے ہیں۔ ۱۷۱ھ میں خلیفہ ہارون الرشید کے زمانۂ حکومت میں مصر کے گورنر موسیٰ بن عیسیٰ تھے۔ انہوں نے منہدم شدہ گرجوں کی حکومت کی جانب سے تعمیر کرانے کے متعلق علما سے فتویٰ طلب کیا اس وقت علما کے سرکردہ ''لیث بن سعدؒ اور عبد اللہ بن لہیعۃؒ'' تھے۔ ان حضرات نے گرجوں کے تعمیر کرانے کا اعلانیہ فتویٰ دیا اور جواز میں نہایت دوررس دلیل پیش کی [13] [14]۔

مفاہمت بین المذاہب اور موجودہ حالات

کیا موجودہ مؤرخ، انسانی تاریخ میں اس کی مثال پیش کر سکتا ہے کہ فاتح اقوام نے مفتوح و مغلوب اقوام کے ساتھ اس طرح کا سلوک کیا ہو۔ ہرگز نہیں ہمسایہ ملک ہندوستان میں مفروضوں کی بنیاد پر اسلامی عبادت گاہوں کو منہدم کیا جارہا ہے اور ہندوستان کی سیکولر حکومت درپردہ اس میں ملوث ہے۔ "بابری مسجد" کی شہادت اس کا بین ثبوت ہے۔ موجودہ دنوں میں تاریخی مساجد کے حوالے سے دوبارہ مہم شروع کی گئی ہے کہ یہ مساجد مندروں کے اوپر بنائی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ اذان کے الفاظ کو ہندی میں تبدیل کرنا، مسلمانوں کے پرسنل لا کے حوالے سے طلاق ثلاثہ اور دیگر مسائل میں حکومتی دخل اندازی، لاوڈ سپیکر پر اذان کے حوالے سے بعض شوبز کی شخصیات کا ذاتی آرام میں خلل کے حوالے سے تنقید، گاے کے گوشت کے شبہ میں مسلمانوں کا ہجومی قتل، آے دن مسلمانوں کی املاک، جائداد اور کاروباری املاک کو ہندو مذہبی تہواروں کے موقع پر نذر آتش کرنا اور آسام کے علاقے میں اسلامی مدارس پر حکومتی پابندی مفاہمت بین المذاھب میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ حالانکہ [15] مغل دور حکومت میں بعض مسلم علما کی طرف عید الاضحی کے موقعہ پر گاے کی قربانی پر حکومتی پابندی جیسی تجاویز کا تاریخی طور ثبوت موجود ہے۔ ذیل میں ان اعتراضات کا تحلیلی جایزہ پیش کیا جاتا ہے جو غیر مسلموں کی طرف سے اسلام پر کئے جاتے ہیں اور مفاہمت بین المذاھب کے حوالے سے بڑی رکاوٹ سمجھے جاتے ہیں۔

(۱) جلاوطنی: مسلمان حکمرانوں پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے غیر مسلموں کو ان کے علاقوں سے جلاوطن کیا۔ جس کی وجہ سے بعض لوگوں کو شکوک و شبہات پیدا ہوئے۔ ذیل میں ان شکوک و شبہات کے ازالہ کی کوشش کی جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اخرجوا یہود اھل حجاز واھل نجران من جزیرۃ العرب۔ (یہودیوں کو حجاز سے نکالا اور نجرانیوں کو جزیرۃ العرب سے نکال دو)۔ مولانا امینی کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں نے آپ ﷺ کی زندگی ہی میں معاہدے کی خلاف ورزی اور خفیہ سازشیں شروع کردی تھیں۔ جس سے نقص امن کا قوی اندیشہ تھا[16] امام ابو عبید کی درج ذیل عبارت سے مولانا امینی کے اس دعوے کی تاید ہوتی ہے: قال ذالک صلی اللہ علیہ وسلم لنکث کان منھم اولامر احد ثوہ بعد الصلح وذلک بین فی کتابہ کتبہ عمر اجلائہ ایاھم منھا۔ [17] رسول اللہ ﷺ نے ان کو نکالنے کا حکم اس لئے دیا تھا کہ ان لوگوں نے عہد شکنی کی تھی یا صلح کے بعد اور کوئی نئی بات ان کی طرف پائی گئی تھی یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس خط سے ظاہر ہے جو انہوں نے جلاوطن کرنے سے پہلے ان کو لکھا)۔ حضرت عمر نے عراق وشام کے گورنروں کو حکم نامہ بھیجا جس کی دفعات یہ ہیں۔

۱۔ جس علاقہ میں بھی اہل نجران آباد ہوں انہیں فراخدلی کے ساتھ زمین دی جائیں۔
۲۔ مسلمان ان کی جان و مال کی پوری حفاظت کریں۔
۳۔ اگر ان پر کوئی ظلم کرے تو مسلمان آگے بڑھ کر اس کی مدافعت کریں۔
۴۔ ان پر کسی قسم کی زیادتی نہ کی جائے۔
۵۔ سرکاری ٹیکس سے انہیں دو سال معافی دی جائے [18]

اس حوالے سے امام عبیدؒ فرماتے ہیں: فلما اجلاهم عمر بعث معهم من اقام لهم حظهم من الارض والنخل فاواه اليهم۔[19] جب عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو منتقل کیا تو واقف کار شخص کو بھیج کر ان کی زمینوں اور باغات کی قیمت لگائی اور رقم ان کے حوالے کی)۔ مولانا امینی کی تجزیاتی رائے کے مطابق فدک والوں کی کھلی سازش اور خلاف ورزی کی تصدیق کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو منتقل کرنا چاہا تو پہلے زمین و جائیداد کی مناسب قیمت لگا کر رقم ان کے حوالے کی اور پھر چلے جانے کا حکم دیا۔[20] درج بالا بحث سے اس دعویٰ کی تائید ہوتی ہے کہ خلاف ورزی ابتداءً ان غیر مسلموں نے کی تھی اس کے باوجود بھی ان کے جان و مال کے ساتھ ساتھ عزت و آبرو کی حفاظت یقینی بنائی گئی۔ ان کو نا صرف نجران اور فدک کی زمینوں کا معاوضہ دیا گیا بلکہ نئی زمینیں بھی آبادکاری کے لیے فراہم کی گئیں۔ کیا موجود دور میں اس کی مثال ممکن ہے؟

(۲) مرتد کی سزا: اسلام پر دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اسلام میں مرتد کی سزا کفر و شرک اور اختلاف مذہب کی بنا پر تھی۔ یہ سزا ظلم و زیادتی اور بغاوت کی بنا پر ہے۔ بلاشبہ اسلام میں کفر اور مذہب کی تبدیلی بڑا گناہ ہے لیکن یہ معاملہ اللہ اور بندوں کے درمیان ہے۔ حکومت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ حکومت صرف بغاوت کی سزا دے سکتی ہے۔ جس میں مسلم و غیر مسلم کی خصوصیت نہیں ہے۔ بلکہ جس کی طرف سے بغاوت پائی جائے گی اس کے خلاف کاروائی ضروری ہو گی۔[21] مولانا امینی کے مطابق جب دین میں جبر و زبردستی نہ ہونے کا اصول مسلم ہے تو تبدیلئ مذہب کی بنا پر مرتد کو سزا دینے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا[22] حقیقت یہ ہے کہ مرتد کی سزا کا تعلق مذہب سے نہیں ہے بلکہ بغاوت اور ظلم و زیادتی کی وجہ سے ہے۔ دنیا کا کوئی قانون بھی بغاوت جیسے جرم کو معاف نہیں کرتا۔ لہٰذا اجلاوطنی اور ارتداد کی سزا موت، جیسے الزامات بے وزن ہیں۔

(۳) جزیہ کا نفاذ: اسلام پر تیسرا اعتراض یہ ہے کہ غیر مسلموں سے جزیہ وصولی کا تصور جب تک موجود ہے م باہمی مفاہمت کا تصور ممکن نہیں۔ اس حوالے سے یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ جزیہ نا تو مسلمانوں نے متعارف کرایا اور نہ اس کا مقصد غیر مسلموں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنا تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ "جزیہ" کس بنیاد پر لیا جاتا تھا؟ تو اس حوالہ سے علامہ ابن قیمؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" میں اس معاہدہ کو ذکر فرماتے ہیں کہ جو آپ ﷺ نے اہل نجران سے کیا تھا۔ اس میں جزیہ لینے کی بنیاد کا ذکر ہے۔ چنانچہ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں: ولنجران وحسبها جوار الله وذمة رسول الله على انفسهم وملتهم ، ارضهم ، واموالهم، وغائبهم، وشاهدهم ، وعشيرتهم وتبعهم وان لايغيروا مماكانوا عليه ولا يغير حق من حقوققهم وملتهم۔[23] اور اہل نجران کے لیے اللہ کا پڑوسی ہونا کافی ہے۔ اور محمد ﷺ کے ذمہ ان کی جانیں، ملت اموال، زمینیں، موجود و غیر موجود قبیلے اور تابع قبائل، اور یہ کہ کوئی دوسر ان پر غارت گری نہ کرے گا اور نہ کوئی ان کے حقوق یا ان کی ملت کے حقوق پامال و رسوا کرے گا)۔ اتنی چیزوں کی حفاظت یعنی ہر متعلقہ چیز کی نا صرف مسلمان خود حفاظت کریں گے بلکہ دوسروں سے بھی حفاظت یقینی بنائیں گے۔ اہل کتاب اور دیگر غیر مسلم ان سے جزیہ لیا جائے گا۔ لیکن اتنی ذمہ داریوں کے باوجود ان کے کئی افراد کو استثنا حاصل ہے۔ مثلاً حضرت عمر کے فرمان کے مطابق ولا جزية على شيخ فان ولازمن ولا اعمى ، ولامريض ولايرجى برؤه بل قد ئيس من صحته وان كادوا موسرين لم يكن عليهم جزية كاالنساء والصبيان ۔[24] (جزیہ نہیں لیا جائے گا، شیخ فانی، مصیبت زدہ، اندھا، بیمار، نہ صحت یاب ہونے والے مریض سے، اگرچہ یہ دولت مند ہوں اس طرح نہ عورتوں سے اور نہ بچوں سے)۔ اسی طرح جو لوگ فوج میں شریک ہو کر حفاظت میں مدد کرتے تھے ان کے حوالے سے حکم تھا: ویرفعوا عنھم الجزآء۔[25] (ان سے جزیہ ہٹا دیا جائے)۔ جزیہ کے حوالے سے مولانا امینی کی تجزیاتی رائے یہ ہے کہ جزیہ دراصل جان و مال کی حفاظت کا معاوضہ تھا۔ کوئی مذہبی ٹیکس نہ تھا۔ اس زمانہ میں جان و مال کی حفاظت کے لیے مقامی طور پر مستقل فوج رکھنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ جس کے

اخراجات کے لیے جزیہ نام کا ٹیکس وصول کرنے کا دستور قدیم زمانے سے چلا آ رہا تھا۔ اسلام نے بھی اس دستور کو حالات کی مناسبت سے بر قرار رکھا[26]۔

جزیہ کی واپسی۔ اگر کسی وجہ سے مسلمان ان غیر مسلموں کی حفاظت نہ کر سکیں تو تاریخی طور پر کوئی واقعہ موجود ہے کہ مسلمانوں نے وصول کیا ہوا "جزیہ" واپس کر دیا ہو؟ رومیوں کے ساتھ دورِ فاروقی میں جو معرکے ہوئے تھے ایک موقعہ ایسا آیا کہ بادشاہ روم کی طرف سے ایک بڑے حملے کا خطرہ تھا تو مسلمانوں میں یہ مشورہ ہوا کہ کیا کیا جائے۔ حضرت ابو عبیدہؓ مسلمانوں کے جرنیل تھے ان کی رائے یہ تھی کہ شہر والوں کو شہر سے نکال دیا جائے تو اس کے جواب میں دیگر صحابہ کرامؓ کے الفاظ یہ تھے: "اے ابو عبیدہؓ کیا حق ہے تم کو کسی کے نکالنے کا اور شہر بدر کا، اگر تم کو دوسرے لوگوں سے اندیشہ ہے (شہر والے اور رومی بادشاہ ہم مذہب تھے اس لئے حضرت ابو عبیدہؓ کو ان سے غداری کا اندیشہ تھا) تو بجائے اس کے کہ ہم ان کو نکالیں خود ہم کو شہر چھوڑ دینا چاہیے۔ یہ کہہ کر یہودیوں اور عیسائیوں کو بلایا اور ان سے کہا کہ ہم نے تم سے جزیہ لیا تھا کہ چوروں، اچکوں اور دشمنوں سے تمہاری حفاظت کریں گے۔ اب ہم یہاں سے جاتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ جو خراج تم نے دیا تھا وہ اپنے پاس رکھیں۔ لہٰذا اس کو ہم سے واپس لے لو۔ جس وقت حضرت ابو عبیدہؓ جزیہ کی رقم واپس دینے لگے تو ان کو سخت حیرت ہوئی اور کہنے لگے کہ آج اگر مسلمانوں کی جگہ دوسرے آدمی ہوتے کبھی ایسا نہ کرتے۔ بہت سی دعائیں دیں اور کہا کہ خدا تم کو پھر واپس لائے"[27] اس واقعہ کے حوالہ سے قاضی ابو یوسف "کتاب الخراج" میں فرماتے ہیں: انکم اشترطتم علینا ان نمنعکم وانا لا نقدر علی ذالک وقد رددنا علیکم ما اخذنا منکم و نحن لکم علی الشرط۔[28] (ہم اس شرط کو پورا کریں گے جس کا تم سے وعدہ کیا تھا کہ تمہاری حفاظت ہمارے ذمہ ہے اب ہم اس کی قدرت نہیں رکھتے ہیں اس لئے جو کچھ وصول کیا تھا وہ واپس لے لو اور ہم بدستور شرط کے پابند ہیں)۔ اس سے بڑی خیر خواہی اور بے تعصبی کی مثال انسانی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے کہ مفتوح اقوام کہ جو اپنے عقیدے اور مذہب کی مخالف ہے ان کو ان کے ہم مذہب لوگوں سے بچانے کے لیے جو "جزیہ" مسلمانوں نے لیا تھا وہ واپس کر دیا۔

تاریخ انسانی کا ناقابل فراموش واقعہ

انسان کے کردار کی سب سے بڑی گواہی وہ ہوتی ہے کہ جو اس کا دشمن دے۔ اس واقعہ کو سر جان بوگاٹ گلب نے کہ جو ۱۶ اپریل ۱۹۸۷ء کو برطانیہ کے شہر پرسٹن لنکاشائر کاؤنٹی میں پیدا ہوا۔ اردن میں ۱۹۳۱ء سے ۱۹۵۶ء تک کمانڈر رہے۔ اور ان کو فاتح اردن بھی کہا جاتا ہے۔ مشرق وسطی کے حوالہ سے مفید کتابیں تحریر کیں۔ ۱۷ مارچ ۱۹۸۷ء کو فوت ہوئے۔ ۱۹۷۰ء میں لکھی جانے والی اپنی مشہور کتاب "The Life and Times of Mohammed" میں جزیہ کی واپسی کا تذکرہ کرنے کے بعد یہ تاریخی الفاظ لکھے ہیں:

> "I cannot remember any other occasion in History when a government retuned taxes already collected on the ground that it had failed in its obligation". [29]

> (مجھے یاد نہیں پڑتا کہ تاریخ کے کسی موقع پر کسی حکومت نے جو ٹیکس پہلے ہی وصول کر چکی ہو اس بنیاد پر واپس کر دیا کہ وہ (حکومت) اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں ناکام ہو گئی ہے)۔

"مفاہمت بین المذاہب" کے حوالے سے اسلام کے عروج کے دور میں جو قابل قدر کاوشیں ہوئیں ان کی مختصر تفصیل اس مقالہ میں بیان کی گئی ہے۔ وہ نہ تو سیاسی مقاصد کے لیے کسی کے مذہب کو بدلنے کی کوشش کی گئی، نہ وہ کوئی فرقہ وارانہ سازش تھی۔ مقصد صرف یہ تھا کہ "جیو اور جینے دو" کے اصول کے مطابق ہر فرد جو اسلامی ریاست کا باشندہ تھا بلا تفریق مسلم اور غیر

مسلم خواہ اہل کتاب ہو یا غیر اہل کتاب اس کے جان و مال، عزت و آبرو، مذہب و ثقافت اور ہمہ قسم کی آزادی کو نا صرف تسلیم کیا گیا بلکہ عملی طور پر اس کو بر قرار بھی رکھا گیا۔ مفاہمت بین المذاہب اور اسلاموفوبیا۔ اسلاموفوبیا کے حوالے سے مفاہمت بین المذاہب کی اہمیت موجودہ حالات میں دوچند ہو جاتی ہے۔ اسلام کے مسلمہ عقائد، پیغمبرِ اسلام اور شعائرِ اسلام کے حوالے سے شروع ہونے والی توہین آمیز مہم جس کا آغاز ناروے، فرانس اور دیگر یورپی ممالک سے ہوا، اس کے اثرات موجودہ بھارت تک پہنچنا شروع ہو گئے ہیں۔ بھارتی جنتا پارٹی کے ترجمان اور دیگر افراد کی طرف سے حالیہ دنوں میں پیغمبرِ اسلام اور شعائرِ اسلام کی توہین پر بھارت کے حلیف خلیجی ممالک، او آئی سی اور پاکستان کی طرف سے شدید ردعمل مفاہمت بین المذاہب کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ ہندوتوا اور کسی بھی مذہب کی اجارہ داری نا صرف مذہبی، بلکہ معاشی، سیاسی اور معاشرتی مسائل کو جنم دے گی جس کے اثرات نا صرف مقامی بلکہ بین الاقوامی سطح پر محسوس کئے جائیں گے جیسا کہ ماضی قریب میں ناروے، ڈنمارک، جالین اور فرانس کے حوالے سے امتِ مسلمہ اور غیر جانبدار اقوام کی طرف سے معاشی اور سیاسی بائیکاٹ کی صورت میں نظر آیا۔ لہذا "جیو اور جینے دو" کے متفقہ اور مسلمہ اصول پر عمل کرنے کی شدید ترین ضرورت ہے۔ قابل ذکر حقائق سے یہ واضح ہوتا ہے کہ "مفاہمت بین المذاہب" کی وہ شکلیں اور تدبیریں کہ جن پر عمل پیرا ہونے سے حقیقی معنوں میں مفاہمت ہو سکتی ہے وہ صرف اسلام نے پیش کی ہیں۔ آج بھی وہ کاوشیں اور تدبیریں قابل عمل ہو سکتی ہیں۔ بشرطیکہ بالغ نظری اور ہر قسم کی بے تعصبی کا مظاہرہ کیا جائے۔

خلاصہ بحث

دنیا کا نظام باہمی بقا اور تعاون کے اصولوں پر رواں دواں ہے۔ بقائے باہمی اور ضروریات زندگی کی فراہمی کا سارا دارومدار اپنے اپنے فرائض کو درست طریقے سے پورا کرنے میں ہے۔ اختلاف اس کائنات کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ جانداروں میں اختلاف ایک فطری عنصر ہے۔ انسان جو اس کائنات کا کل پرزہ ہے وہ بھی اس فطری جذبے سے مبرا نہیں ہے۔ مذہب کسی بھی انسان کی زندگی گزارنے کا نصاب ہے۔ مذہب کے بارے میں انسان کی حساسیت ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ جیو اور جینے دو کے فلسفہ کو سماجی طور پر فروغ دینے کے لئے ہونے والی کوششوں کو "مکالمہ بین المذاہب" یا "مفاہمت بین المذاہب" کے عنوان سے بیان کیا جاتا ہے۔ مفاہمت بین المذاہب" کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے اپنے مذہبی دائرہ کار میں زندگی گزاری جائے۔ اپنے مذہب کو چھوڑو نہیں اور دوسرے کے مذہب کو چھیڑو نہیں۔ مولانا تقی امینی کے نزدیک قرآن حکیم سب سے پہلی کتاب ہے جس نے مفاہمت بین المذاہب کی بنیاد رکھی اور اس راہ کی مشکلات کو حل کیا۔ ہر قابل ذکر مذہب کی "اصل" کو تسلیم کیا۔ ہر مذہب کی بنیادی تعلیم میں وحدت تسلیم کی۔ بنیادی تعلیم پر زیادہ زور صرف کیا۔ بنیادی تعلیم کی دعوت کے ساتھ مذہب کی مختلف شکلوں میں رواداری برتنے کا حکم دیا۔ مذہب سے متعلقہ ہر چیز کی حفاظت کی۔ ہر مذہب کے پرسنل لا اور کلچر کی حفاظت کی ضمانت دی گئی۔ ہر ایک کو مذہبی تبلیغ کو پوری آزادی دی۔ اصل دین ایک ہے۔ جن پر تمام انبیا متفق ہیں۔ شرائع اور منہاج میں اختلاف ہے۔ فروعی اختلاف میں "مفاہمت بین المذاہب" میں بنیادی تصور "اتفاقات" سے گفتگو کا آغاز کیا۔ اگر اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی عبادت گاہیں منہدم ہو جائیں تو اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ اس کو از سر نو تعمیر کروائے۔ مولانا تقی امینی فرماتے ہیں کہ ہر مذہب کو اپنی جگہ بر قرار رکھ کر "مفاہمت بین المذاہب" کی جو راہ نکالی وہ موجودہ دور کی سیاسی راہ (وحدت ادیان) سے کہیں بلند اور قابل عمل ہے۔۔ اسلامی فتوحات کے دوران جن لوگوں نے معاہدے کی خلاف ورزی کی ان کو جلاوطن کیا گیا خلاف ورزی کی ابتدا غیر مسلموں نے کی تھی اس کے باوجود بھی ان کے جان و مال کے ساتھ عزت و آبرو کی حفاظت یقینی بنائی گئی۔ مرتد کی سزا مولانا تقی امینی کے نزدیک ظلم و زیادتی اور بغاوت کی بنا پر ہے۔ جزیہ نہ تو مسلمانوں نے متعارف کروایا اور نہ اس کا مقصد غیر مسلموں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنا تھا۔ مولانا تقی امینی کے نزدیک جزیہ دراصل جان و مال کی حفاظت کا معاوضہ تھا۔ کوئی مذہبی ٹیکس نہ تھا اور اسکا

دستور زمانہ قدیم سے چلا آرہا تھا۔ مولانا تقی امینی کے نزدیک موجودہ دور میں "وحدت ادیان" کے نام سے مفاہمت کی جو شکل نکالی گئی ہے وہ دراصل مذہب کے خلاف زبردست سازش اور چال ہے۔ مذہبی لحاظ سے اس کو قبول کرنا خود مذہب کے "دیوالیہ" ہونے کا اعلان ہے۔ اسلام اس کی موجودہ شکل کو ہرگز قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔[30]

Reference

[1] Muhammad Taqi Amini, Islam Auer Jaded dour kay Masail (Karachi: Qadeemi kutub Khana), 327.
[2] Amini, Islam Auer Jaded dour kay Masail,328.
[3] Al-Baqarah,02:256.
[4] Al-Baqarah,02:213.
[5] Al-i-Imran,03:64.
[6] Al-An'aam,06:108.
[7]Amini, Islam Auer Jaded dour kay Masail,332
[8] Amini, Islam Auer Jaded dour kay Masail,332.
[9]Suleiman Ibn Ashes, Al- Sajistani, Sunny-e- Abi Dawud (Beirut: Dar ul Fikr Wanshr Littabaeh),Hadíth no 1508.
[10]Abi Ubaid Qasim Bin Salam, Kitab al-Amwal (Misr: Dar al-Huda Al-Nabvi, 2007), 01:307.
[11] Yaqoub Bin Abrahim ,Qaze Abi Yusuf, Kiab al-Kharaj (Beirut: Dar ul Marifa Littaba 1929),143.
[12] Qaze Abi Yusuf, Kitab al-Kharaj,72.
[13] Amini, Islam Auer Jaded dour kay Masail,335.
[14] Ahmed Abn Ali Al-Maqrizi, Kitab al-Mwaez Walitibar (Beirut: Dar al-Kutb al-ilmiyyah),04:439.
[15]Ahmed Ibn Hanbal, Musnad Ahmed Ibn-e-Hanbal (Beruit: Mussasas al-Risalah Littabaeh Wanshr Watuzeeh),03:1691.
[16] Amine, Islam Auer Jaded dour kay Masail,338.
[17] Qasim Bin Salam' Abi Ubaid 'Kitab ul Amwal,, 01:188.
[18]Qazee Abi Yusuf, Kitab al-Kharaj,73.
[19] Qasim Bin Salam, Ki tab al-Amwal,, 01:44.
[20] Amini, Islam Auer Jaded dour kay Masail,340.
[21] Amini, Islam Auer Jaded dour kay Masail,341-342.
[22] Amini, Islam Auer Jaded dour kay Masail,342.
[23]Shams ul din,Imam Ibn-e- Qayyim, Zad ul Maad Fi Hidey Khair al-Ebad(Beruit: Mussasa al-Risalah Littabeh Wanshr Watuzeeh),03:555.
[24]Imam,,Ibn-e- Qayyim, Ahkám al-Ahli Zimmah (Al-damam:Ramdee 'Anshar Alsaudiyyeh1997),01:161.
[25]Muhammad Ibn-e-Jarir Al-Tabri, Tarikih al-Umum wal Muluk (Bait al-fakr al-Duliyyah),651.
[26] Amini, Islam Auer Jaded dour kay Masail,340.
[27] Molina Shibli Nominee, Khutbat e Shibli (Pakitan: National Book Foundation1989), 73.
[28]Qazi Abi Yusuf' Ki tab ul Khiraj,139.
[29]John Begat, Glob, The Life and Times of Mohammed (PBUH), (New York: Stein and Day Publishers, 1970), Chapter XX, The Expansion of Islam as a religion, 387